AL-ʻULŪM *(July-December) 2021, 2:2*
(50-73)

اصطلاحاتِ امام کاسانی کا "بدائع الصنائع" کے تناظر میں تجزیاتی مطالعہ

Terminologies of *Imām al-Kāsānī*: An Analytical Study in the Perspective of *Badā'i'al-Ṣanā'i'*

Arshad Ali (Ph.D) *1, Muhammad Tayyab Khan (Ph.D) **

*Head, Department of Islamic Studies, Leaders College, Phalia, Mandi Bahauddin
**Lecturer, Department of Quran & Tafseer, AIOU, Islamabad

Keywords:
Kāsānī, Badā'i' al-Ṣanā'i', Terminologies, Ḥanfī, Fiqh

Abstract: *Al-Kāsānī's Badā'i'al-Ṣanā'i' is a remarkable rather most important legal manuals of Ḥanafī School of Islamic Jurisprudence. Having strict systematic account of a number of legal areas, the book occupies authentic and vital place likewise "Hidāyah" by 'Alī bin Abū Bakr al-Marghinanī among the other Ḥanafī sources. This is because Badā'i' al-Ṣanā'i' is considered to be a significant source in term of providing solutions of the jurisprudential problems using causes and their effects systematically with sound methodical arguments. To comprehend the book, one needs to know its methodology, style in general, and its juristic terminologies in particular. The objective of the paper is to explain and define these terminologies. It is pertinent to mention that the terms which have been carried out may have been used in other jurisprudential sources but it would be with the context different from al-Kāsānī's one. However, some of the terms are obvious in meaning but are ambiguous in al-Kāsānī's context. Among these terms are Mashā'ikh, al-Aṣl, al-Nawādir, al-Fatāwā, al-Mukhtaṣar, Ẓāhir al-Riwāyah, al-Ā'thār, al-Fiqh, 'An, 'inda, Walnā 'indanā, al-Amāli. Taking up these terms in special context of Badā'i' al-Ṣanā'i', detail analysis of the terms has been carried out with the help of other authentic relevant primary sources. Ending up terminological study, a brief gist, conclusion for and over view and general and specific recommendations as a way forward have been incorporated.*

Arshad Ali & Tayyab Khan (2021). Terminologies of Imām al-Kāsānī: An Analytical Study in the Perspective of Badā'i'al-Ṣanā'i'. Al-'Ulūm Journal of Islamic Studies, 2(2), 50-73.

[1] Corresponding author Email: arshadali0542@gmail.com

C

Content from this work is copyrighted by *Al-'Ulūm* Journal of Islamic Studies, which permits restricted commercial use, research uses only, provided the original author and source are credited in the form of a proper scientific referencing.

اسلام میں فقہ کو کلیدی اہمیت حاصل ہے مسلمان کی زندگی کا کوئی بھی پہلو فقہِ اسلامی کی رہنمائی کے بغیر نامکمل رہتا ہے اِسی فقہ کے میدان میں جو شہرت و قبولیتِ عامہ فقہِ حنفی کو نصیب ہوئی وہ کسی اور کے حصے میں نہیں آئی قرآن و سنت سے مستنبط حنفی فقہ جو شرعی مسائل واحکام کا عظیم ذخیرہ ہے اُن میں سے بلاشبہ **بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع** بھی ایک ہے جسے فقہِ حنفی کے ثانوی مآخذ میں ہدایہ کی طرح مرجعِ علما وفقہا ہونے کے ساتھ ساتھ استنادی حیثیت بھی حاصل ہے، فقہی جزئیات کی علل، سہل انداز میں بیان کرنے کے حوالے سے، فقہی ابواب بندی اور پھر باب میں مدلّل مسائل کے حُسنِ ترتیب میں ایک خاص اور منفرد مقام ومرتبہ اور شہرت رکھتی ہے

اس کتاب کی اہمیت کے پیشِ نظر قدیم و جدید محققین نے فی زمانہ تعلیقات و تشریحات کے علاوہ مختلف قسم کے تحقیقی کام کیے ہیں جن میں سے عصرِ حاضر میں گورنمنٹ کالج یونیورسٹی فیصل آباد کے مقالہ نگار محمد عثمان نے "**بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع میں عائلی احکام سے متعلق قیاس سے استنباط کا عصری تناظر میں تحقیقی مطالعہ**" کے عنوان سے پروفیسر ڈاکٹر محفوظ احمد کی زیرِ نگرانی پی ایچ ڈی کا مقالہ لکھا ہے، دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری لاہور نے **بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع** کی مکمل سات جلدوں کا اردو ترجمہ شائع کر دیا ہے جس کی پہلی جلد میں سرسری طور پر بغیر امثلہ کے چند ایک اصطلاحات مذکور ہیں لیکن اُن اصطلاحات کے استعمالات اور منہج واسلوب کا بالاستیعاب تذکرہ موجود نہیں ہے، اس کے علاوہ راقم نے بھی گورنمنٹ کالج یونیورسٹی لاہور میں بدائع الصنائع کے استحسانی مسائل پر مقالہ بعنوان "**اِستحسان سے اِستنباطِ احکام کے اصول اور عصرِ حاضر میں اُن کا اِطلاق (بدائع الصنائع کا خصوصی مطالعہ)**" لکھ کر پی۔ایچ۔ڈی کی ڈگری حاصل کر چکا ہے، محمد عبد الرحمان نے ۲۰۲۰ء میں یونیورسٹی آف گجرات سے ڈاکٹر رضوان یونس کی زیرِ نگرانی ایم فل کا مقالہ لکھا جس کا عنوان "**امام کاسانی کا قواعد فقہیہ میں استدلال کا اسلوب و منہج**" ہے۔

یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ کسی بھی کتاب کے استفادہ سے پہلے اُس کتاب کے اُسلوبِ بیان اور رموز او قاف کو سمجھنا بے حد ضروری ہے کیونکہ اِن کے بغیر تفقہ کا حصول ناممکن ہوتا ہے اور اِس لئے بھی کہ ہر مصنف کی مخصوص اصطلاحات (Terms) ان کو جانے بغیر اس کتاب سے استدلال و استنباط ممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ بالکل اسی طرح بدائع الصنائع کی کماحقہ افہام و تفہیم اور درس و تدریس اِس کتاب میں مذکور اصطلاحات اور منہج واسلوب کو سمجھنے پر موقوف ہے۔ اس کتاب کی تفہیم کے لیے امام کاسانی رحمۃ اللہ علیہ نے جو اصطلاحات استعمال کی ہیں اُن سے علم و آگاہی بھی وقت کی اہم ضرورت ہے۔ چوں کہ اس کتاب کی اصطلاحات پر کوئی خاطر خواہ کام مقالہ نگار کی نظر سے نہیں گزرا اس لیے مقالہ ھذا "**اصطلاحاتِ امام کاسانی:**

بدائع الصنائع کے تناظر میں" میں امام کاسانی رحمۃ اللہ علیہ کی **بدائع الصنائع** میں بیان کردہ اصطلاحات کو (جو انھوں نے اپنے منہج واسلوب کے مطابق اختیار کی ہیں) تعریفات وامثلہ کے ذریعے بیان کیا گیا ہے اور ان اصطلاحات کی تجزیاتی تحقیق پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے تاکہ کتاب کو سمجھنے میں آسانی رہے۔ صلب موضوع سے قبل کتاب اور صاحب کتاب کا مختصر تعارف مفید ہو گا جو ذیل میں دیا جارہا ہے۔

بدائع الصنائع اور اس کے مصنف کا مختصر تعارف

کتاب کا تعارف

کتاب کا پورا نام **بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع** ہے جو جدید انداز میں سات جلدوں پر مشتمل، ایک ضخیم حنفی فقہی ذخیرہ ہے، جب کہ بعض پبلشرز (دارالکتب العلمیہ بیروت) نے اس کی دس جلدیں بنائی ہیں۔ اس کتاب کا کسی بھی عالم کو ایک ماہر فقہ اور مفتی بنانے میں فعال کردار مسلّم ہے۔ **بدائع الصنائع** میں علوم القرآن، حدیث، اصولِ حدیث، فقہ، اصولِ فقہ، صرف ونحو، فصاحت وبلاغت، اور دیگر علوم کی اصطلاحات کے لیے ایک جداگانہ اسلوبِ بیان اختیار کیا گیا ہے۔ اس کتاب کی شرح بسیار کوشش کے باوجود نہیں ملی چوں کہ یہ کتاب سات جلدوں اور ہزاروں صفحات پر مشتمل ہے اس لیے یہ امکان موجود ہے کہ اس کی شرح ہوئی ہی نہ ہو کیوں کہ یہ کتاب متعلقہ عنوان کی جزئیات کو بڑی تفصیل سے بیان کرتی ہے، بدائع الصنائع کی تلخیص پر فقہانے کام کیا ہے، ان میں سے دو کاوشوں کا تذکرہ کیا جاتا ہے: ایک کاوش محمد البردینی الحسینی الحنفی نے کی اور اپنی کتاب کا نام: "**زاد الغائب الصنائع من بدائع الشرائع**" رکھا اس پر عباسی خلیفہ المتوکل کی تقریظ ہے اور اس کتاب کو پہلی بار ۹۲۳ ہجری/ ۱۵۱۷ء میں کتابت کیا گیا۔[1] جب کہ اس کی دوسری تلخیص محمد بن احمد بن ابی السعود المناستری الحنفی، المعروف بہ شاہ محمد نے کی[2] جس کا نام "**مجرد البدائع وملخص الشرائع**" رکھا[3] اس ساری تفصیل کا مقصد یہ واضح کرنا ہے کہ اس کتاب کی اصطلاحات

---

[1]- علاؤالدین ابو بکر بن مسعود بن احمد الحنفی الکاسانی، **بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع** مقدمہ، (مترجم) ڈاکٹر محمود الحسن عارف (لاہور: دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری، ۲۰۱۳ء)، ۱:۱۵۔

[2]- عمر رضا كحالة، **معجم المؤلفين** (بيروت: دار إحياء التراث العربي، س۔ن)، ۸:۲۶۳۔

[3]- حاجي خليفه مصطفى بن عبد الله كاتب جلبي، **كشف الظنون عن أسامي الكتب والفنون** (بغداد: مكتبة المثنى، ۱۹۴۱ء)، ۱:۳۷۱۔

اوران کے استعمالات پر کام ابھی باقی ہے ۔اس لیے ذیل میں بدائع الصنائع کا منہج واسلوب اور اس کی اصطلاحات پر بحث کی جائے گی۔

مصنف کا تعارف

کتاب کے مصنف کا نام مَلِک الْعلماء عَلَاؤ الدّین ابُو بکر بن مَسْعُود بن احمد الکاسانی الحَنَفِیّ (المتوفیٰ:۵۸۷ہجری) ہے جو کہ فقہ حنفی کے نامور فقیہہ تھے۔[۴] ماوراءالنہر کے ایک شہر کاسان[۵] کی طرف نسبت رکھنے کی وجہ سے بعد میں کاسانی مشہور ہوئے۔[۶] اسلام کے قابلِ فخر بادشاہ حضرت نور الدین زنگی کی دعوت پر ملکِ شام تشریف لے گئے اور پہلے دن سے ہی شہر حلب میں واقع مدرسہ حلویہ میں صدر مدرس کی حیثیت سے تعینات کر دیے گئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ تادم وصال وہیں قیام پذیر رہے۔[۷] فقہِ حنفی کے اجلّ فقیہ کا نام علمی دنیا میں سند کی حیثیت رکھتا ہے اب بھی فتاوی میں آپ کی عبارت کو بطورِ حوالہ پیش کیا جاتا ہے آپ کو مجتہدین کی چھ اقسام میں سے چوتھی اورپانچویں (اصحابِ تخریج اوراصحابِ ترجیح) قسم میں تو بلاشبہ شمار کیا جاتا ہے اس کے ساتھ ساتھ آپ مجتہدین کی تیسری (مجتہد فی المسائل) قسم میں شامل ہوتے ہیں اس بات کی گواہ آپ کی شہرۂ آفاق تصنیف **"بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع "** ہے جس میں اجتہاد پر مبنی قیاس واستحسان کے کثیر مسائل واحکام موجود ہیں۔

بدائع الصنائع کا منہج

ہر مصنف اپنی کتاب کی تقسیم کے لیے ایک منہج اختیار کرتا ہے جس سے پڑھنے والے کو آسانی ہوتی ہے، کتاب میں شامل مواد کو بھی ذیلی عنوانات میں تقسیم کر دیا جاتا ہے جدید کتب میں اس طرح کی تقسیم کے لیے ابواب یا فصول کا منہج اختیار کیا جاتا ہے مگر امام کاسانی رحمۃ اللہ علیہ بدائع الصنائع میں باب کی بجائے کتاب کا لفظ استعمال کرتے ہیں جیسے: طہارت کے موضوع پر مواد کو کتاب الطہارۃ کے تحت لاتے ہیں پھر ہر کتاب کے تحت فصول ذکر کرتے ہیں پھر ہر فصل کو مختلف عنوانات میں تقسیم کرتے ہیں کہ اِس میں کون کون سے مسائل واحکام زیرِ بحث آئیں گے۔ مثال کے طور پر لکھتے ہیں:

۴۔ عماد الدین محمد بن محمد الأصفهانی، **البستان الجامع** (بیروت:المکتبة العصرية للطباعة والنشر، ۱۴۲۳ھ)، ۱:۴۳۹۔

۵۔ یاقوت بن عبداللہ الحموی، **معجم البلدان** (بیروت: دار صادر، ۱۹۹۵ء)،۴:۴۳۰۔

۶۔ عبدالقادر بن محمد القرشی، **الجواهر المضية فی طبقات الحنفية** (کراچی: میر محمد کتب خانہ، س۔ن)،۲:۳۹۔

۷۔ احمد بن إبراهيم، ابن العجمی، **كنوز الذهب فی تاريخ حلب** (حلب: دار القلم، ۱۴۱۷ھ)، ۱:۴۳۴۔

"(كتاب الخنثى) (الكلام)فيه يقع في مواضع: في تفسير الخنثى، وفي بيان ما يعرف به أنه ذكر، أو أنثى، وفي بيان حكم الخنثى المشكل"[8]

(یہ باب[9] مخنث کے بارے میں ہے اس باب میں اِن موضوعات پر گفتگو ہوگی: مخنث کی وضاحت، اس کے مذکر ومؤنث ہونے کا بیان، اور خنثیٰ مشکل کی تشریح)

کتاب الخنثیٰ شروع کرنے سے پہلے بتا دیا کہ اِس میں خنثیٰ کی مکمل وضاحت، پھر اُس کے مذکر ومؤنث ہونے کی علامات اور پھر خنثیٰ مشکل تفصیلاً زیرِ بحث آئے گا۔اِس کے بعد اگر اس کتاب کے عنوان میں کوئی لفظ لغوی یا اصطلاحی طور پر تشریح طلب ہو تو اُس پر سیر حاصل گفتگو کرتے ہیں مثلاً:

"الحد في اللغة عبارة عن المنع، ومنه سمي البواب حدادا؛ لمنعه الناس عن الدخول، وفي الشرع:عبارة عن عقوبة مقدرة واجبة حقا لله تعالى عزشانه بخلاف التعزير فانه ليس بمقدر، قد يكون بالضرب وقد يكون بالحبس وقد يكون بغيرهما، وبخلاف القصاص فإنه وإن كان عقوبة مقدرة لكنه يجب حقا للعبد".[10]

(حد کا لغوی معنی روکنا ہے، اسی وجہ سے دربان کو حداد کہتے ہیں کیوں کہ وہ بھی لوگوں کو داخل ہونے سے روکتا ہے اور اصطلاحِ شریعت میں حد ایسی سزا کا نام ہے جو اللہ تعالیٰ کے بطورِ حق مقررہ فرض ہو بخلاف تعزیر کے کیوں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے مقرر نہیں ہوتی تعزیر کبھی مارنا، کبھی قید کرنا اور کبھی دونوں ہی نہیں ہوتیں، اور قصاص اللہ تعالیٰ کی مقررہ سزا ضرور ہے لیکن حقوق العباد میں سے ہے۔)

مذکورہ عبارت میں حد کی لغوی واصطلاحی تشریح کے ساتھ ساتھ تعزیر اور قصاص کی بھی وضاحت کردی کیونکہ اِن دونوں الفاظ کا حد کے ساتھ گہرا تعلق ہے۔ اصل مسائل کی طرف جانے سے پہلے اگر اُس عنوان کی انواع، اقسام، شرائط، ارکان وغیرہ ہوں تو اُنہیں شرح وبسط کے ساتھ سپردِ قلم کرتے ہیں پھر تمام

۸۔ علاؤالدین ابو بکر بن مسعود بن احمد الحنفی الکاسانی، **بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع**، كتاب الخنثى، فصل في شرط جواز في كل نوع (بيروت: دار الكتب العلمية، الطبعة الثانية، ۱۴۰۶ھ)، ۷:۳۲۷۔

۹۔ اردو ترجمہ میں کتاب کو باب ذکر کیا ہے جس طرح اردو کتب میں ابواب بندی کی جاتی ہے اسی طرح عربی کی امھات الکتب میں اس مقصد کے لیے کتاب کی اصطلاح استعمال کی جاتی ہے۔

۱۰۔ الکاسانی، نفس مصدر، كتاب الحدود، ۷:۳۳۔

مسائل اور اُن کی جزئیات کو بھی ذکر کرکے اُن کے بارے میں ائمۂ فقہا کے اقوال مع دلائل وبراہین ذکر کرتے ہیں پھر سب سے آخر میں اپنے مختار قول یا مختار مسلک کا دفاع کرتے ہوئے اُس کے دلائل لاتے ہیں اس کے ساتھ ساتھ، اگر مخالفین نے کاسانی کے مختار قول پر کوئی اعتراض کیا ہو تو اُس کی تردید ضرور کرتے ہیں جس سے ذہن میں پیدا شدہ شکوک وشبہات کا ازالہ ہو جاتا ہے تاکہ اس مسئلے کے بارے میں ذہن پوری طرح صاف ہو جائے۔

عام طور پر قولِ ترجیح کے طور پر امام اعظم ابو حنیفہ ؒ کے قول کو ہی راجح قرار دیتے ہیں تاہم کچھ مقامات ایسے بھی ہیں، جہاں انہوں نے صاحبین کے مسلک کو ترجیح دی ہے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بعد امام کاسانی علیہ الرحمۃ امام ابو یوسف علیہ الرحمۃ کے قول کو ترجیح دیتے ہیں مذکورہ مسئلہ کے بارے میں اقوال ذکر کرنے کی ترتیب یہ ہے کہ سب سے پہلے امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول یا امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ موافقت میں آپ کا کوئی شاگرد رشید ہو تو پھر دونوں کا نام لے کر اُس قول کو نقل کرتے ہیں اس کے بعد پھر آپ کے ہونہار تلامذہ کے اقوال لاتے ہیں امام کاسانی کا یہ منہج پوری کتاب میں اسی طرح ہے۔ اِس کی امثلہ ملاحظہ کیجئے:

(۱)"فإن ادعاہ أکثر من رجلین فأقام البینة روی عن أبی حنیفة رضی اللّٰہ عنه أنه تسمع من خمسة وقال أبو یوسف من اثنین ولا تسمع من أکثر من ذلک.وقال محمد: تسمع من ثلاثة ولا تسمع من أکثر من ذلک هذا إذا کان المدعی رجلا"[۱۱]

(لاوارث بچے کے بارے میں) اگر دو سے زائد لوگ دعویٰ کریں اور سب گواہ پیش کر دیں تو امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ پانچ لوگوں سے دعویٰ سنا جائے گا امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں دو سے سنا جائے گا زائد سے نہیں امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تین سے سنا جائے گا زائد سے نہیں یہ اُس صورت میں ہے، جب مدعی مرد ہو۔)

(۲)"ولا یقبل کتاب القاضی إلی القاضی فی الرقیق فی قول أبی حنیفة ومحمد، وعند أبی یوسف یقبل فی العبد ولا یقبل فی الجاریة."[۱۲]

(غلام کے بارے میں امام ابو حنیفہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک کتاب القاضی الی القاضی کو قبول نہیں کیا جائے گا جبکہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک غلام کے بارے میں قبول کی جاتی ہے لونڈی میں نہیں۔)

۱۱- نفس مصدر، کتاب اللقیط، فصل بیان حال اللقیط، ۶:۲۰۰۔

۱۲- نفس مصدر، کتاب الاباق، فصل بیان ما یصنع بالآبق، ۶:۲۰۳ -

مذکورہ بالا دونوں مثالوں میں فاضل مصنف نے اقوال کو ذکر کرتے ہوئے پہلے امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول پھر تلامذہ کے اقوال کو بیان کیا ہے اسی طرح پوری بدائع الصنائع میں یہ منہج اختیار کیا گیا ہے، مزید آنے والی سطور میں امام کاسانی نے فقہی تنقیحات کے دوران جو اصطلاحات استعمال کی ہیں اُن کا تجزیاتی مطالعہ پیش کیا جارہا ہے۔

(۲) بدائع الصنائع کا تجزیاتی مطالعہ

بدائع الصنائع میں اکثروبیشتر فقہی موضوعات کو زیرِ بحث لایا گیا ہے اس کتاب میں ترتیب وتبویب، متفرق احکام کی یکجائی، اصول کے ساتھ ساتھ علل پر مشتمل جزئیات، آئمۂ فقہ سے بدائع الصنائع میں روایت کردہ فقہی روایات کی علمی وفنی حیثیت کا بیان اورآخر میں امام کاسانی علیہ الرحمہ کے اصولی اختلاف کا اظہار نہایت ہی شستہ اور تعظیم وتکریم کے احسن انداز میں کیا گیاہے قیاس واستحسان پر مبنی کثیر احکام و مسائل کے تذکرہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کو اجتہاد میں ایک بلند مقام ومرتبہ حاصل تھا تاہم بدائع الصنائع کی ان تمام خوبیوں سے کماحقہ مستفید اور مستفیض ہونے کادارومدار اس کے منہج واسلوب کو سمجھنے پر موقوف ہے۔

امام کاسانی علیہ الرحمۃ اپنی اِس کتاب میں فقہ حنفی کے طرز استدلال کو اختیار کرتے ہیں حنفی موقف کو عقلی ونقلی دلائل کی روشنی میں درست ثابت کرتے ہیں کسی بھی مسئلہ میں پہلے دوسرے نقطۂ نظر اور اُس کے حاملین کے استدلال کو بھی بیان کرتے ہیں بعد ازاں اپنا نقطۂ نظر ٹھوس دلائل اور مثالوں سے واضح کرتے ہیں فریقِ ثانی کے ایک ایک استدلال کا جواب پہلے قرآن وحدیث اور اثارِ صحابہ (رضی اللہ عنہم) کے ذریعے پھر عقلی دلائل کے ذریعے دیتے ہیں۔ نمونے کے طور ایک مثال پیش کی جاتی ہے۔

صورتِ مسئلہ یہ ہے کہ کیا قریبی رشتہ دار جیسے بہن، بھائی، چچا وغیرہ کا نفقہ مجبوری کی حالت میں واجب ہے؟ احناف کے نزدیک واجب ہے، امام مالک اور امام شافعی علیہما الرحمۃ کے نزدیک واجب نہیں ہے اِن ائمہ نے جن آیات کو دلیل بنایا ہے وہی آیات احناف کی بھی دلیل ہیں۔ امام کاسانی علیہ الرحمۃ احناف کی طرف سے بھرپور جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

> "وروى عن عمر بن الخطاب وزيد بن ثابت رضى الله عنهما وجماعة من التابعين أنه معطوف على النفقة والكسوة لا غير، لا على ترك المضارة معناه﴿وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ[۱۳]﴾ما على المولود له من النفقة والكسوة؛ و مصداق هذا التأويل أنه لوجعل عطفا على هذا، لكان عطف الاسم على الاسم وإنه شائع، ولو عطف

۱۳۔ القرآن، ۲:۲۳۳۔

على ترک المضارة لكان عطف الاسم على الفعل؛ فكان الأول أولى ولأنه لو جعل عطفا على قوله ﴿لَا تُضَارَّ﴾[۱۴] لكان من حق الكلام أن يقول: و الوارث مثل ذلک"[۱۵]

(ہمارے احناف کی دلیل بھی سورہ بقرۃ کی مذکورہ آیت کا یہی حصہ ہے یعنی﴿وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذَلِكَ﴾[۱۶] (حضرت عمر بن خطاب اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہما سمیت تابعین کی ایک جماعت نے اِس کا عطف نفقہ اور کِسْوَۃ پر تسلیم کیا ہے نہ کہ﴿لَا تُضَارَّ﴾ یا کسی دوسرے لفظ پر۔ معنیٰ یہ ہوں گے کہ جس طرح باپ پر اپنے شیر خوار بچہ کے دودھ پلانے کا بندوبست لازم ہے اسی طرح (باپ کی وفات کی صورت میں) بچے کے وارث پر بھی اس کے دودھ پلانے کا بندوبست لازم ہے۔ دوسرا یہ کہ اِس جملے﴿وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذَلِكَ﴾کا عطف اگر﴿وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ﴾ پر تسلیم کیا جائے تو یہ اسم کا عطف، اسم پر ہوگا اور یہ یقیناً آپس میں تعلق رکھتا ہے اگر اِس کا عطف﴿لَا تُضَارَّ﴾ پر مانا جائے تو یہ اسم کا عطف فعل پر ہوگا پس پہلا (یعنی اسم کا عطف اسم پر) اولیٰ ہے پھر یہ کہ اگر اِس کا عطف﴿لَا تُضَارَّ﴾ پر ہوتا تو چاہیے تھا کہ جملہ﴿وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذَلِكَ﴾ کے بجائے والوارث مثل ذلک ہوتا۔)

مذکورہ بالا مثال میں مذہبِ حنفی کا دفاع کرتے ہوئے امام مالک وامام شافعی علیہما الرحمۃ کو مدلل دلائل اور عربی لغت کے ذریعے جواب دیتے ہیں پھر ثابت کرتے ہیں کہ حنفی رائے معاشرے میں بے سہارا بچوں کے لیے زیادہ قابلَ عمل اور مفید ہے۔ چوں کہ آپ نے اپنی کتاب میں کچھ اصطلاحات استعمال کی ہیں جیسے: مشائخ، الرواية، الاصل، النوادر، النوازل، فتاوٰی، المختصر، الآثار، بما تلونا، فما تلونا، كما ذكرنا ما قلناه، لما بينا، الامآلی، والله اعلم، قيل، قال بعض الناس، قال بعضهم، عن وعند، يمكن ان يحمل، محمول على ويحمل، ولنا وعندنا اور والله الموفق وغیرہ۔ اب ذیل میں ان اصطلاحاتِ کا تجزیاتی مطالعہ پیش کیا جارہا ہے۔

۱۴۔ نفس مصدر۔

۱۵۔ الکاسانی، نفس مصدر، كتاب النفقة، فصل فی سبب وجوب هذه النفقة، ۴:۳۱۔

۱۶۔ القرآن، ۲:۲۳۳۔

أ. مشائخ کی اصطلاح کا استعمال

صاحب کتاب بعض مقامات پر لکھتے ہیں: "قال مشائخ بلخ" [۱۷] یا "قال مشائخ العراق" [۱۸] "قال مشائخ خراسان" [۱۹] وغیرہ۔ اِس سے مراد اُن علاقوں کے وہ فقیہ ہوتے ہیں، جو اپنے علم و فضل کی بنا پر شیخ (جمع شیوخ یا مشائخ) کا درجہ حاصل کر لیتے ہیں مشائخ کی یہ اصطلاح ہمیں وسط ایشیا کے مسلم مصنفین کے ہاں قدرِ مشترک ملتی ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ علامہ مرغینانی یعنی صاحب ہدایہ نے بھی اِس کا استعمال بکثرت کیا ہے۔

مثلاً: "جوزه مشايخ بلخ رحمهم الله ولم يجوزه مشايخنا رحمهم الله" [۲۰] (مشائخِ بلخ نے اِسے جائز قرار دیا ہے اور ہمارے مشائخ نے جائز نہیں قرار دیا۔) مذکورہ ھدایہ کی عبارت سے واضح ہوا کہ مشائخ کی اصطلاح کا استعمال فقہا کے ہاں قدرِ مشترک ہے چنانچہ اسی طرح علامہ کاسانی علیہ الرحمۃ نے بھی یہی اصطلاح بدائع الصنائع میں استعمال کی ہے۔

ب. ظاہر الروایہ

امام کاسانی علیہ الرحمۃ اپنی کتاب میں ظاہر الروایہ کی بھی اصطلاح استعمال کرتے ہیں مثلا: "ويبدأ بيمين المشترى فى ظاهر الرواية" [۲۱] و "كذا ذكر فى ظاهر الرواية" [۲۲]

یہ اصطلاح امام کاسانی علیہ الرحمۃ نے کثرت کے ساتھ استعمال کی ہے۔ ظاہر االروایہ سے کیا مراد ہے اِس بات کا جواب حاجی خلیفہ (المتوفی: ۱۰۶۷ہجری) نے بڑی وضاحت کے ساتھ یوں دیا ہے:

> "ظاهر الرواية، هي ما وجدت فى كتب محمد التى هي: (المبسوط)، و(الزيادات)، و(الجامع الصغير)، و(الكبير)، و(السير). وإنما سميت بظاهر

۱۷۔ الکاسانی، نفس مصدر، كتاب الطهارة، فصل فى الطهارة الحقيقية، ۱:۶۲۔

۱۸۔ نفس مصدر، كتاب العارية، فصل فصل فى بيان حكم عقد الإعارة، ۶:۲۱۵۔

۱۹۔ نفس مصدر، كتاب البيوع، فصل فى شرائط الصحة فى البيوع، ۵:۱۶۸۔

۲۰۔ ابو الحسن برہان الدین علی بن ابی بکر الرغینانی، الفرغانی، **الهداية فى شرح بداية المبتدى**، باب الإمامة، (بیروت: دار احياء التراث العربى، س-ن)، ۱:۵۷۔

۲۱۔ نفس مصدر، كتاب الدعوٰى، فصل فى حكم تعارض الدعوتين فى قدر الملك، ۶:۲۵۹۔

۲۲۔ نفس مصدر، كتاب الحضانة، فصل فى وقت الحضانة، ۴:۴۲۔

الروایة: لأنها رویت عن محمد، بروایة الثقات، فهي إما متواترة، أو مشهورة عنه".[۲۳]

(ظاہر الروایہ سے مراد وہ مسائل ہیں جو امام محمد علیہ الرحمۃ کی کتب (**۱۔المبسوط، ۲۔الزیادات ۳۔الجامع الصغیر ۴۔الجامع الکبیر ۵۔السیر**) میں مذکور ہیں۔ ان کا نام ظاہر الروایۃ اِس لیے رکھا گیا ہے کہ یہ امام محمد علیہ الرحمۃ سے ثقہ راویوں نے روایت کی ہیں یعنی یہ خبرِ متواتر یا خبرِ مشہور کے درجے پر مروی ہیں۔)

جس طرح الجامع دو ہیں یعنی **الجامع الکبیر والجامع الصغیر** اسی طرح **السیر** بھی دو ہیں **السیر الکبیر والسیر الصغیر** لیکن حاجی خلیفہ (المتوفیٰ:۱۰۶۷ہجری) نے السیر کی وضاحت نہیں کی اِس سے مراد دونوں (السیر الکبیر، السیر الصغیر) ہیں یا کہ ایک؟ لیکن اِس کے برعکس امام طحاوی (المتوفیٰ:۱۲۳۱) علیہ الرحمۃ نے اِس بات کو واضح کیا ہے وہ لکھتے ہیں:

"واعلم إن الأحكام الصحيحة غالبها من كتب ظاهر الرواية المسماة بالأصول وهي الجامع الكبير والجامع الصغير والسير الكبير والسير الصغير والمبسوط والزيادات،"[۲۴]

(تو باخبر ہو جا! کہ بے شک کتبِ ظاہر الروایۃ سے غالب احکامِ صحیحہ جن کو الاصول کہا جاتا ہے وہ کتب: الجامع الکبیر، الجامع الصغیر، السیر الکبیر، السیر الصغیر، المبسوط اور الزیادات ہیں۔)

اِس عبارت سے پتہ چلا کہ کتبِ ظاہر الروایہ یا الاصول دونوں سے مراد مذکورہ بالا چھ کتابیں ہی ہیں جو کہ فقہِ حنفی کا بنیادی مآخذ و مراجع ہیں۔

ت. الاصل

مسائل کا حوالہ دیتے ہوئے متعدد مقامات پر الاصل کا ذکر بھی کرتے ہیں مثلاً:

"وذكر فی الأصل إذا حاضت المرأة فی شهر مرتين فهي مستحاضة" [۲۵]

۲۳۔ مصطفی بن عبد اللہ کاتب، حاجی خلیفۃ، **كشف الظنون عن أسامی الكتب و الفنون**، باب الفا، فصل علم الفقة (بیروت: دار الكتب العلمية،۱۹۴۱ء)، ۱:۲۔

۲۴۔ احمد بن محمد بن اسماعیل الحنفی الطحاوی، **حاشية على مراقی الفلاح شرح نور الإيضاح**، مقدمة (مصر: المطبعة الكبرى الأميرية، ۱۳۱۸ھ)، ۱:۱۱۔

۲۵۔ الکاسانی، *نفس مصدر*، كتاب الطهارة، فصل الاستحاضة وأحكامها، ۱:۴۲۔

(اور اصل میں ذکر کیا گیا ہے، کہ جب عورت کو ایک ماہ میں دو مرتبہ حیض آجائے، تو وہ مستحاضہ قرار پائے گی۔)

"كذا ذكر في الأصل "[۲۶](جیسا کہ اصل میں مذکور ہے۔)

"وذكر محمد رحمهالله في الأصل "[۲۷](اور امام محمد علیہ الرحمۃ نے اصل میں ذکر کیا ہے۔)

الاصل سے امام محمد الشیبانی علیہ الرحمۃ کی **المبسوط** مراد ہوتی ہے؛ یہ کتاب ائمہِ احناف کے اقوال و مسالک کے ضمن میں اساسی اہمیت کی حامل ہے، اِس لیے فقہاءِ کرام اِس کا حوالہ الاصل (اساس یا بنیاد) کے عنوان سے دیتے ہیں۔ اور اِس بات پر "المبسوط" کے خاتمۃ الکتاب میں مذکور یہ عبارت شاہد ہے:

"فإن جميع الكتب المؤلفة في مذهبه هي منه بمنزلة الفروع، وهوالأصل"[۲۸]

(یقینا مذہبِ حنفی میں تالیف کی گئی تمام کتابیں اِس کے مقابلے میں فروع کی حیثیت رکھتیں ہیں اور یہ (اُن کی) "اصل" ہے۔)

مزید لکھا ہے:

"وكتاب (المبسوط)جمع كل المسائل التي دوّنها الإمام الأعظم ومحمد وأبو يوسف وزفر والإمام الحسن البصري وأعلام المذهب الذين يعبأ بكلامهم"[۲۹]

(کتاب (المبسوط) اِس میں وہ تمام مسائل جمع کر دیئے گئے ہیں جن کو امام اعظم ابو حنیفہ، امام محمد، امام ابو یوسف، امام زفر، امام حسن بصری اور وہ تمام بڑے بڑے ائمہ کرام علیہم الرحمۃ (جن کے کلام کی طرف رجوع کیا جاتا ہے) نے مدوّن کیا۔)

امام طحاوی علیہ الرحمۃ نے بھی "الاصل" سے مراد المبسوط ہی ذکر کی ہے آپ لکھتے ہیں:

"قوله(وقال في الأصل)أي المبسوط وتأليفه قبل تأليف الجامع الصغير وكلاهما للإمام محمد رضى الله عنه"[۳۰]

(اُن کا قول (وقال فی الاصل) اصل سے مراد **المبسوط** ہے اور وہ **الجامع الصغیر** سے پہلے تالیف کی گئی اور وہ دونوں امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی ہیں۔)

۲۶۔ نفس مصدر، كتاب الولاء، فصل في بيان ما تنفسخ به الكتابة، ۴:۱۵۹۔

۲۷۔ نفس مصدر، كتاب الشرب، فصل في حكم المعاملة الصحيحة، ۶:۱۸۸۔

۲۸۔ محمد بن احمد بن ابی سہل السرخسی، **المبسوط**، خاتمة الكتاب (بيروت: دار المعرفة، ۱۴۱۴ھ)، ۳:۳۱۰۔

۲۹۔ السرخسی، نفس مصدر ، خاتمة الكتاب، ۳۰:۳۱۰۔

۳۰۔ الطحاوی، نفس مصدر ، كتاب الطهارة، فصل في حملها ودفنها، ۱:۴۰۴۔

یہاں امام طحاوی علیہ الرحمۃ نے المبسوط کے لئے تالیف کا لفظ استعمال کیا ہے تصنیف نہیں لکھا کیونکہ المبسوط میں امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ باقی ائمہ کرام کے بھی اقوال موجود ہیں۔

ث. النوادر

مصنف علیہ الرحمۃ نے بدائع الصنائع میں کتبِ اصول اور ظاہر الروایہ کے علاوہ کئی مقامات پر "النوادر" کی اصطلاح بھی استعمال کی ہے مثلاً:"كذا روى ابن رستم عن محمد فى النوادر"(اسی طرح ابن رستم نے امام محمد علیہ الرحمۃ سے نوادر میں روایت کیا ہے)"وروى ابن سماعة عن محمد فى النوادر "[31] (اورابن سماعۃ نے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے نوادر میں روایت کیا ہے)"وروى عن أبى يوسف فى النوادر"[32] (اورامام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے نوادر میں مروی ہے۔) النوادر سے کیامراد ہے ؟اِس سوال کا جواب علامہ شامی(المتوفیٰ:۱۲۵۲ہجری)نے منظوم یوں دیاہے۔

كذا له مسائل النوادر ... إسنادها فى الكتب غير ظاهر"[33]

(اسی طرح اُن کی کتاب مسائل النوادر ہے جو تواتراًیابدرجہ شہرت منقول نہیں ہیں۔)

امام محمد علیہ الرحمۃ کی اِن کتب کو غیر ظاہر الروایہ بھی کہاجاتا ہے کیونکہ یہ کتابیں امام محمد علیہ الرحمۃ سے تواتریادرجہ شہرت کے طریقے پر مروی نہیں ہیں، اسی لئے اِن کتب میں مروی اقوال کو ثانوی درجہ حاصل ہے،امام کاسانی علیہ الرحمۃ کے ہاں بھی یہی فرق ملحوظِ خاطر رکھا گیاہے۔

ج. فتاوٰی

بدائع الصنائع میں بعض مسائل کو فتاوٰی کے ذریعے بھی ثابت کیا گیاہے مثلاً:"ہذا ما ذكرنا من فتاوى نُجباءِ الصحابة رضى الله عنهم"[34] "وذكر فى فتاوى أہل بلخ"[35]مذکورہ دونوں

---

[31]۔ الکاسانی،**بدائع الصنائع**، كتاب الاعتاق، فصل فى شرائط ركن الاعتاق،۴:۷۰۔

[32]۔ *نفس مصدر*، كتاب البيوع، فصل فى حكم الاشراک فى المرابحة، ۵:۲۲۷۔

[33]۔ محمد امین بن عمر بن عبد العزیز،ابن عابدین شامی،**رد المحتار على الدر المختار**، مقدمة (بيروت: دار الفكر، الطبعة الثانية، ۱۴۱۲ھ)، ۱:۵۰۔

[34]۔ الکاسانی،**بدائع الصنائع**، كتاب الطهارة، فصل شرائطِ اركان الوضوء،۱:۱۶۔

[35]۔ *نفس مصدر*،كتاب الطهارة، فصل فى بيان المقدار الذى يصير به المحل نجسا، ۱:۷۵۔

مقامات پر حوالہ دیتے ہوئے امام کاسانی علیہ الرحمۃ نے خود ہی وضاحت کر دی ہے پہلے مقام پر جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فتاویٰ ہیں اور دوسرے مقام پر بلخ کے مفتیانِ کرام کے فتاویٰ ہیں۔

ح. المختصر

علامہ علاؤالدین علیہ الرحمۃ المختصر کا ذکر بھی کرتے ہیں وہ لکھتے ہیں:

"وذكر الحاكم فی المختصر أن الإمام إذا أحدث"[36]

(اور حاکم نے "المختصر" میں ذکر کیا ہے کہ امام جب بے وضوء ہو جائے۔)

"كذا ذكره القدوری لأن الكعب فی اللغة اسم لما علا وارتفع"[37]

(اسی طرح القدوری[38] نے اِسے ذکر کیا ہے کہ "الکعب" لغوی طور پر اُس اسم کو کہتے ہیں جو بلند اور اونچا ہو)

امام کاسانی علیہ الرحمۃ اپنے استاذ وسسر ابو بکر علاؤ الدین محمد بن احمد بن ابی احمد، السمرقندی (المتوفی: ۵۴۰ھ) کی کتاب "**تحفة الفقها**" کو پڑھ کر اتنے متاثر ہوئے کہ "**بدائع الصنائع فی ترتيب الشرائع**" لکھ دی جو کہ فقہِ حنفی کی مایہ ناز تصنیف ہے اور ترتیب وخصائص میں بڑی عظیم المرتبت ہے۔ **تحفة الفقہاء مختصر القدوری** کی شرح ہے اور اِس بات کا اعتراف علامہ سمرقندی علیہ الرحمۃ نے خود **تحفة الفقہاء** کے مقدمہ میں کیا ہے۔[39]

خ. الآثار

موصوف نے اپنی کتاب میں کئی جگہ الآثار کو بھی مسائل کا مصدر بنایا ہے جیسے:

۳۶۔ نفس مصدر، کتاب الطهارة، فصل حكم الخطبة، ۱:۲۶۵۔

۳۷۔ نفس مصدر، کتاب الطهارة، فصل المسح على الخفين، ۱:۷۔

۳۸۔ کتاب کا پورا نام "**مختصر القدوری فی الفقه الحنفی**" ہے کتاب کے مصنف اَبو الحسین احمد بن محمد القدوری (المتوفی: ۴۲۸ ہجری) ہیں یہ فقہِ حنفی کی وہ بنیادی کتاب ہے جو سالہا سال سے مدارس دینیہ میں شامل نصاب ہے، اور خصوصاً مدارسِ پاک وہند میں اِسے اب بھی بڑی اہمیت دی جاتی ہے اور نور الایضاح کے بعد القدوری کو سبقاً پڑھایا جاتا ہے۔

۳۹۔ ابو بکر علاؤ الدین محمد بن احمد بن ابی احمد، سمرقندی، **تحفة الفقهاء**، مقدمة (بيروت: دار الكتب العلمية، ۱٤۱٤ھ)، ۵۔

"كذا ذكر محمد فى كتاب الآثار"[40]

(جیسا کہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الآثار میں ذکر کیا)

"جاز عندنا كذا ذكر محمد فى الآثار"[41]

(ہمارے نزدیک جائز ہے جیسا کہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الآثار میں ذکر کیا)

حاجی خلیفہ نے اس کتاب کا مختصر سا تعارف کروایا ہے وہ لکھتے ہیں:

"كتاب الآثار:"للإمام: محمد بن الحسن وهو: مختصر على ترتيبا لفقه ذكر فيه:ما روى عن: أبى حنيفة من الآثار وعليه شرح الحافظ الطحاوى الحنفى"[42]

(کتاب الآثار امام محمد بن الحسن الشیبانی علیہ الرحمۃ کی تالیف ہے اور وہ فقہی ترتیب پر مختصر کتاب ہے، جس میں امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال روایت کیے گئے ہیں اِس کی شرح امام حافظ الطحاوی حنفی نے کی ہے۔)

مذکورہ اصطلاحات سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ امام کاسانی رحمۃ اللہ علیہ نے فقہِ حنفی کے تمام مستند مصادر و مراجع سے بھرپور استفادہ کی کوشش کی ہے اور اپنے سے ماقبل اکثر و بیشتر حنفی ماخذ کو اپنی کتاب بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع کا مرجع بنایا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ضعیف مواد سے پرہیز کی کوشش کی ہے۔

د۔ سابقہ عبارت کی طرف اشارہ

کاسانی علیہ الرحمۃ اپنی کتاب میں گزشتہ حوالہ یا کسی عبارت کی طرف بھی اشارہ کرتے ہیں، جس کا مقصود کتاب میں ایجاز و اختصار کے پہلو کو ملحوظِ خاطر رکھنا ہوتا ہے، ساتھ یہ بھی تاکہ قاری پورے انہماک اور بھرپور توجہ کے ساتھ بدائع الصنائع کو پڑھے اور ذہن نشین بھی کرتا جائے۔ جب کسی آیت کی طرف اشارہ کرتے ہیں تو فرماتے ہیں: "فما تلونا"[43] "بما تلونا"[44] (ہم پہلے جو آیت تلاوت کر آئے ہیں۔) گزشتہ روایت کی طرف توجہ مبذول کرانی ہو تو اُس وقت یہ لکھتے ہیں: "ما روينا"[45] "جو روایت ہم نے پہلے ذکر کر دی ہے۔"

---

[40] ۔ الکاسانی، **بدائع الصنائع**، كتاب الطهارة، فصل آداب الوضوء، ۱:۲۳۔

[41] ۔ نفس مصدر، كتاب الصلوة، فصل فى سنن حكم التكبير أيام التشريق، ۱:۲۱۰۔

[42] ۔ حاجی خلیفۃ، **كشف الظنون**، باب الكاف، فصل كتاب الاثار، ۲:۱۳۸۴۔

[43] ۔ الکاسانی، **بدائع الصنائع**، كتاب الطهارة، فصل فى صلاة المسافر، ۱:۹۱۔

[44] ۔ نفس مصدر، كتاب النكاح، فصل بيان ما يجب به المهر، ۲:۲۹۰۔

[45] ۔ نفس مصدر، كتاب الطهاره، فصل الغسل، ۱:۳۵۔

کئی مقامات پر ایسا بھی ہُوا کہ ایک عقلی استدلال کو تفصیلاً بیان کیا پھر اگلے کسی مقام پر اُسی بات کو پھر بیان کرنے کی ضرورت پیش آئی تو وہاں پر پچھلی بات کو مکمل طور پر دہرانے کی بجائے اُس مذکورہ استدلال کی طرف اشارہ کرنے کے لئے فاضل مصنف نے "ذکرنا" کی اصطلاح استعمال کرتے ہیں ذیل میں اِس کی ایک مثال بالتفصیل ذکر کی جارہی ہے: "لما ذکرنا أن الغسل یتضمن المسح"[۴۶] (اس لئے جو ہم نے (پہلے) ذکر کردیا کہ یقیناً غُسل (دھونے) میں مسح شامل ہوتا ہے)

مصنف نے اِس اجمال کی تفصیل اِسی صفحہ پر پیچھے یہ ذکر کی تھی:

"أن الغسل یتضمن المسح، إذ الغسل إسالة، والمسح إصابة، وفی الإسالة إصابة، وزیادة، فکان ما قلناه عملا بالقراء تین معا، فکان أولی"

(بے شک "غُسل" مسح کو متضمن یعنی شامل ہوتا ہے کیونکہ دھونے کا مفہوم پانی بہانا ہے، جب کہ مسح محض پانی پہنچانے سے عبارت ہے اور پانی بہانے کے عمل میں پانی پہنچانے کا عمل (مسح) خود بخود شامل ہوجاتا ہے (اِس کے برعکس مسح میں پانی بہانے کا عمل شامل نہیں ہوسکتا) لہٰذا پاؤں دھونے کی صورت میں مسح کرنے کی نسبت حکم کے عمل کرنے میں زیادہ گنجائش ہے پس جو ہم (احناف) نے کہا اُس پر عمل کی صورت میں دونوں قراءتوں پر عمل ہوجاتا ہے لہٰذا اسی پر عمل کرنا زیادہ بہتر ہے۔)

امام کاسانی علیہ الرحمۃ جب کسی مسئلے کو تفصیل کے ساتھ پہلے بیان کردیں تو دوبارہ جب اُسی مسئلے کو بیان کرنے کی ضرورت پیش آجائے تو اُس وقت آپ "بیّنا" کی اصطلاح استعمال کرتے ہیں جیسے:

"لا تخلو عن قلیل نجس یخرج معها، والقلیل من السبیلین خارج لما بینا"[۴۷]

(لیکن اُن کے ساتھ کچھ نہ کچھ ناپاکی ضرور ہوتی ہے، جو اُن کے ساتھ خارج ہوتی ہے اور قلیل نجاست جو سبیلین (قُبُل و دُبُر) سے نکلے تو اُس کا حکم ہم پہلے بیان کرآئے ہیں۔)

مصنف علیہ الرحمۃ نے یہاں قلیل نجاست جو دونوں راستوں (قُبُل و دُبر) میں سے نکلے تو اُس کا حکم بیان نہیں کیا بلکہ ماقبل جو بیان کرآئے ہیں اُس کی طرف اشارہ کردیا ہے، وہ حکم کیا ہے؟ جو پہلے بیان ہوچکا ہے ،اِس سوال کا جواب بدائع الصنائع سے ہی یہ ہے:

"انتقضت الطهارة لوجود الحدث، وهو خروج النجس، وهو انتقاله من الباطن إلی الظاهر؛ لأن رأس المخرج عضو ظاهر، وإنما انتقلت النجاسة إلیه من

۴۶۔ نفس مصدر، کتاب الطهارة، فصل بیان ارکان الوضوء، ۱:۶۔

۴۷۔ نفس مصدر، کتاب الطهارة، فصل بیان ما ینقض الوضوء، ۱:۲۵۔

موضع آخر فإن موضع البول المثانة، وموضع الغائط موضع فی البطن يقال له قولون، وسواء كان الخارج قليلا أو كثيرا."[۴۸]

(بے وضو ہونے کی وجہ سے طہارت ختم ہو جائے گی اور وہ نجاست کا نکلنا ہے، اور وہ اندرونی حصے سے بیرونی حصے کی طرف منتقل ہونا ہے "کیونکہ مخرج (جائے خروج) کا سرا ظاہری حصہ ہے، اور بے شک نجاست اُس کی طرف دوسرے مقام سے منتقل ہوئی ہے، کیونکہ پیشاب کی اصل جگہ مثانہ ہے، اور پاخانے کی اصل جگہ بھی پیٹ کے اندر ہے جسے "قولون" (آنت) کہا جاتا ہے اور وہ باہر نکلنے والی نجاست تھوڑی ہو یا زیادہ ناقضِ وضوء ہے۔)

اور اسی طرح امام کاسانی علیہ الرحمۃ "قلنا یاما قلنا" جب کہتے ہیں تو اُس جگہ بھی یہی مراد ہوتا ہے۔

ذ۔ الفقه اصطلاح کا استعمال

شیخ کاسانی علیہ الرحمۃ کی عادت یہ بھی ہے کہ جب آپ کسی مسئلے کو پہلے تفصیل کے ساتھ ذکر کر دیں اور پھر اُسی مسئلے کو بیان کی ضرور پیش آجائے تو وہاں بعض اوقات "الفقه" کی اصطلاح استعمال کرتے ہیں جیسے:

"فزيادة الركعة الكاملة قبل إكمال الفريضة يفسدها وذلک بأن يقيد الركعة بالسجدة لما مر من الفقه"[۴۹]

(فرض نماز مکمل کرنے سے قبل ایک مکمل رکعت کا اضافہ نماز کو توڑ دیتا ہے، اور (نماز کو بچانے کی) صورت یہ ہے کہ ایک اور سجدہ (رکعت) اُس کے ساتھ ملا دے جیسا کہ یہ مسئلہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔)

جس مسئلے کے بارے میں مصنف کہہ رہے ہیں کہ یہ پہلے بیان ہو چکا ہے اب وہی مسئلہ بدائع الصنائع سے یہ ہے:

"ولو صلى ركعة قبل التشهد تفسد صلاته؛ لأنه يصير منتقلا من الفرض إلى النفل قبل تمام الفرض"[۵۰]

(اور اگر تشہد سے قبل وہ ایک اضافی رکعت پڑھ لے، تو نمازی کی نماز ٹوٹ جائے گی، اِس کی وجہ یہ ہے کہ وہ فرضی نماز مکمل کرنے سے پہلے فرض سے نفل کی طرف منتقل ہو گیا ہے۔)

---

[۴۸]۔ نفس مصدر۔

[۴۹]۔ الکاسانی، **بدائع الصنائع**، كتاب الصلوة، فصل الكلام فی مسائل السجدات، ۱:۲۵۰۔

[۵۰]۔ نفس مصدر۔

ر۔ مابیّنا من الفقه

شیخ علاؤالدین علیہ الرحمۃ مذکورہ اصطلاح اُس وقت استعمال کرتے ہیں جب کسی فقہی اصول کو پہلے تفصیلاً بیان کر چکے ہوں تو وہاں اسی اصول کی طرف اشارہ کرنے کے لیے "ما بينا من الفقه" کے الفاظ استعمال کرتے ہیں مثلاً:

"فيفسد الشرط لكن لا يفسد عقد الكتابة؛ لأنه شرط لا يرجع إلى صلب العقد، ومثله من الشروط لا يوجب فساد العقد لما بينا من الفقه،"[51]

(شرط فاسد ہو جائے گی لیکن عقدِ کتابت فاسد نہیں ہو گا، اِس لئے شرط اصل عقد کی طرف نہیں لوٹے گی، اور اِن جیسی دوسری شرائط بھی عقد کو فاسد نہیں کر سکتی اِس لئے جو ہم نے پہلے بیان کر دیا ہے۔)

اسی صفحہ پر پہلے امام کاسانی علیہ الرحمۃ نے جو فقہی اصول بڑی وضاحت کے ساتھ تحریر کیا اُس اصول کی تفصیل اور دیگر ضمنی بحث یہ ہے:

"وأما الذى يرجع إلى نفس الركن من شرائط الصحة فخلوه عن شرط فاسد وهو الشرط المخالف لمقتضى العقد الداخل فى صلب العقد من البدل فإن لم يخالف مقتضى العقد جاز الشرط والعقد، وإن خالف مقتضى العقد لكنه لم يدخل فى صلبه يبطل الشرط ويبقى العقد صحيحا"[52]

(عقدِ کتابت کے صحیح ہونے کی شرائط میں سے نفسِ رکن کی متعلقہ شرط یہ ہے کہ (نفسِ رکن) فاسد شرط سے خالی ہو، اور فاسد شرط وہ ہے جو عقد کے مقتضیٰ کے خلاف اور بسبب بدل عقد کی صُلب (اصل) میں داخل ہو۔ اگر شرط عقد کے خلاف نہ ہو تو وہ شرط اور عقد دونوں جائز ہوتے ہیں اور اگر شرط عقد کے مقتضیٰ کے تو خلاف ہو لیکن عقد کی صلب میں داخل نہ ہو تو وہ شرط تو باطل ہو جاتی ہے لیکن عقد صحیح ہونے کی صورت میں باقی رہتا ہے۔)

امام کاسانی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ اصطلاح "ما بينا من الفقه" کے سمجھنے سے بدائع الصنائع میں مذکور مسائل واحکام کا فہم کافی تیز ہو جاتا ہے اور بات جلد ہی واضح ہو جاتی ہے ورنہ زیرِ بحث مسئلہ کو حل کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔

۵۱۔ نفس مصدر، كتاب المكاتب، فصل فى الشرائط التى ترجع إلى نفس الركن، ۴:۱۴۱۔

۵۲۔ الکاسانی، **بدائع الصنائع**، كتاب المكاتب، فصل فى الشرائط التى ترجع إلى نفس الركن، ۴:۱۴۱۔

ز. الامالی

بدائع الصنائع میں کچھ مقامات پر "الامالی" سے روایات کو ذکر کیا گیا ہے جیسے:

"فذكر أبو يوسف فى الأمالى "[۵۳] "وذكر ابو يوسف فى الأمالى"[۵۴]"كذا روى أبو يوسف رحمه الله فى الأمالى "[۵۵]

(پس امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے امالی میں ذکر کیا، اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے امالی میں ذکر کیا، اسی طرح امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے امالی میں روایت کیا)

جیسا کہ عبارات سے ہی واضح ہے کہ یہ امام ابو یوسف علیہ الرحمۃ کی مرویات پر مشتمل کتاب ہے جو کہ فقہ پر لکھی گئی ہے۔

س. ضعیف اقوال کی نشان دہی

شیخ کاسانی علیہ الرحمۃ جہاں ثقہ روایات، اقوال اور الآثار کا تذکرہ کرتے ہیں وہاں ساتھ ساتھ ضعیف اقوال کی بھی وضاحت کر دیتے ہیں بعض اوقات فاضل مصنف اپنی بحث کے اختتام پر "واللہ اعلم" کا جملہ لکھ دیتے ہیں۔ اِس سے عموماً اُس قول یا روایت کی کمزوری و ضعف کی جانب، یا اُس کے بارے میں عدمِ تیقّن کا اشارہ کرنا مقصود ہوتا ہے، مثلاً:

"فقال: إن الكعب ههنا الذى فى مفصل القدم فنقل هشام ذلک إلى الطهارة، والله أعلم."[۵۶]

(پھر اُنہوں نے لکھا کہ یہاں الکعب سے وہ جگہ مراد ہے، جو پاؤں کے ظاہری حصے میں واقع ہے۔ ہشام نے اِسے کتاب الطہارۃ میں نقل کیا، اور اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔)

اِسی طرح آپ قيل یا قال بعض الناس یا قال بعضهم کے ذریعے بھی ضعیف قول یا روایت کی طرف اشارہ کرتے ہیں، سب کی امثلہ بالترتیب ذکر کی جارہی ہیں:

۵۳۔ نفس مصدر، كتاب الطهارة، فصل فى كيفية التيمم، ۱:۴۶۔

۵۴۔ نفس مصدر، كتاب الطلاق، فصل فى الطلاق على مال، ۳:۱۵۳۔

۵۵۔ نفس مصدر، كتاب الاشربة، حد شرب الخمر وحد السكر، ۵:۱۱۶۔

۵۶۔ الکاسانی، **بدائع الصنائع**، كتاب الطهارة، بيان أركان الوضوء، ۱:۷۔

"قیل: " لا يجوز عنده"[57]"وقال بعض الناس"[58]"وقال بعضهم: زاد على ثلاث مرات"[59]

(کہا گیا ہے کہ اُن کے نزدیک جائز نہیں ہے، اور بعض لوگوں نے کہا اور اُن میں سے بعض نے کہا کہ تین مرتبہ سے زیادہ کرے)

یہاں یہ بات پیشِ نظر رہے کہ ضعیف اقوال کی نشان دہی کرنے کے لیے دیگر اکثر و بیشتر حنفی فقہی مصنفین بھی اس طرح کی ہی اصطلاحات استعمال کرتے ہیں۔

ش. عن اور عند کی اصطلاح

جب کسی امام کی کوئی روایت لانی ہو تو اُس وقت امام کاسانی علیہ الرحمۃ "عن" کا لفظ استعمال کرتے ہیں: مثلاً "وروى عن أبي يوسف أنه يجوز"[60] (امام ابو یوسف علیہ الرحمۃ سے مروی ہے کہ وہ جائز نہیں ہے۔) اور جب کسی امام کا مسلک یا رائے سپردِ قلم کرنی ہو تو اُس وقت لفظ "عند" استعمال لاتے ہیں جیسے:

"إن كان أقل من قدر الدرهم لا يجب غسله عند أبي حنيفة، وأبي يوسف وعند محمد يجب."[61]

(اگر (نجاست) درہم کی مقدار سے کم ہو تو امام اعظم ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہما کا مسلک یا رائے یہ ہے کہ اُس کا دھونا واجب نہیں ہے جبکہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک یا رائے یہ ہے کہ اُس کا دھونا واجب ہے۔)

ص. فان قیل

ملک العلماء علیہ الرحمۃ کئی جگہ "فان قیل" لکھ کر خود ہی سوال کرتے ہیں اور خود ہی پھر اُس کا جواب دیتے ہیں: مثلاً

"(فإن) قيل: ينبغي أن لا يسجد المسبوق مع الإمام؛ لأنه ربما يسهو فيما يقضي فيلزمه السجود أيضا فيؤدي إلى التكرار، وإنه غير مشروع؛ ولأنه لو تابعه في

۵۷_ نفس مصدر، كتاب الطهارة، فصل بيان مدّت المسح، ۱:۹۔

۵۸_ نفس مصدر، كتاب الصوم، فصل حكم فساد الصوم،۲:۶۵۔

۵۹_ نفس مصدر، كتاب الطهارة،فصل الموالاة فى الوضوء،۱:۲۲۔

۶۰_ الکاسانی، **بدائع الصنائع**، كتاب الطهارة، بيان أركان الوضو، ۱:۳۔

۶۱_ نفس مصدر،كتاب الطهارة، فصل سنن الوضوء، ۱:۱۹۔

السجود يقع سجوده فی وسط الصلاة وذا غير صواب (فالجواب) أن التكرار فی صلاة واحدة غير مشروع،وهما صلاتان حكما"[۶۲]

(سوال)پس اگر کہا جائے کہ مسبوق کو امام کے ساتھ سجدۂ سہو نہیں کرنا چاہیے، اِس لئے کہ اسے اپنی بقیہ نماز میں بھی سہو ہو سکتا ہے، جس کی بناء پر اُسے سجدۂ سہو کرنا ضروری ہو جائے گا، یوں سجدۂ سہو کا تکرار لازم آئے گا حالانکہ شریعت میں سجدۂ سہو کا تکرار جائز نہیں، نیز اِس لئے بھی کہ اگر وہ سجدۂ سہو میں امام کی اتباع کرے، تو اُس کے سجدۂ سہو کا وسطِ نماز میں ہونا لازم آتا ہے حالاں کہ ایسا کرنا درست نہیں؟"(جواب) آپ کا یہ کہنا بجا ہے کہ ایک ہی نماز میں دوبار سجدۂ سہو کرنا جائز نہیں ہے مگر یہاں تو حکم کے لحاظ سے دو علیحدہ علیحدہ نمازیں ہیں۔)

ض. تاویلاتِ حدیث

شیخ الفقہ امام کاسانی علیہ الرحمۃ حدیث کی تاویل کے لئے مختلف الفاظ استعمال کرتے ہیں اگر(يمكن ان يحمل، محمول على يا ويحمل)کے الفاظ کریں تو اِن سے مراد وہ تاویلات ہوتی ہیں جو دیگر ائمہ کرام نے کی ہیں سب کی امثلہ بالترتیب درج ہیں:

"وفعل النبی صلى الله عليه وسلم يمكن أن يحمل على موافقة الكتاب"[۶۳]

(اور نبی پاک ﷺ کے عمل مبارک کو ممکن ہے کہ کتاب کی موافقت پر محمول کیا جائے۔)

"والصحيح أنه محمول على الاعتقاد دون نفس الفعل"[۶۴]

(اور صحیح یہ ہے کہ اُسے اعتقاد پر محمول کیا جائے گا نہ کہ نفسِ فعل پر)

"لأن مطلق الأمر يحمل على الوجوب فی حق العمل"[۶۵]

(اِس لئے کہ مطلق امر کو عمل کے حق میں وجوب پر محمول کیا جائے گا۔)

اگر حدیث کی تاویل کو صیغۂ جمع متکلم کے ساتھ ذکر کریں تو اِس سے مراد اُن کی ذاتی تاویل ہوتی ہے جیسے:

"أو نحمل ما رويتم على أن النبی صلى الله عليه وسلم ركع فأطال الركوع كثيرا"[۶۶]

۶۲۔ نفس مصدر، كتاب الطهارة، فصل بيان من يجب عليه سجود السهو ومن لا يجب عليه سجود السهو،۱:۱۷۶۔

۶۳۔ الکاسانی، **بدائع الصنائع**،كتاب الطهارة، فصل الترتيب فی الوضو، ۱:۲۲۔

۶۴۔ نفس مصدر،كتاب الطهارة، الموالاة فی الوضوء، ۱:۲۲۔

۶۵۔ نفس مصدر، كتاب الطهارة، فصل شرط جوازالمسح، ۱:۱۴۔

۶۶۔ نفس مصدر، كتاب الطهارة، فصل قدر وكيفية صلوة الكسوف، ۱:۲۸۱

(یا پھر امام شافعی علیہ الرحمۃ کی نقل کردہ حدیث پاک کو ہم اِس بات پر محمول کرتے ہیں کہ نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے رکوع فرمایا پس رکوع کو آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے طویل فرمادیا۔)

ط. ولنا اور عندنا

شیخ کاسانی رحمۃ اللہ علیہ جب کسی ایسے مسئلے کو ذکر کریں جو مسئلہ تینوں ائمہ کرام یعنی امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہم کے ہاں متفق علیہ ہو تو وہاں ولنا، یاعندنا کے الفاظ استعمال کرتے ہیں جیسے:

"وعلى هذا إذا أغمى عليه يوما وليلة أو أقل ثم أفاق قضى ما فاته،وإن كان أكثر من يوم وليلة لا قضاء عليه عندنا استحسان"[٦٧]

(اسی طرح اگر کوئی شخص ایک دن اور ایک رات تک بے ہوش رہے پھر اُسے ہوش آجائے تو اُس پر نمازوں کی قضاء واجب ہو گی، لیکن اگر وہ ایک دن اور ایک رات سے زیادہ بے ہوش رہا تو" ہمارے نزدیک "استحساناً اُس پر قضاء نہیں۔)

اِس مسئلہ میں تینوں ائمہ متفق ہیں اِس لئے "عندنا" استعمال کیا۔ لیکن اگر ہمارے تین ائمہ کرام میں سے کسی ایک کا بھی اختلاف ہو تو پھر وہاں امام کاسانی علیہ الرحمۃ "في قول یاعند" کی اصطلاح استعمال کرتے ہیں اِس اصول کی مثال یہ ہے:

"أما الأول فأنواع منها المباشرة الفاحشة وهو أن يباشر الرجل المرأة بشهوة وينتشر لها، وليس بينهما ثوب، ولم ير بللا فعند أبي حنيفة، وأبي يوسف يكون حدثا استحسانا والقياس أن لا يكون حدثا، وهو قول محمد"[٦٨]

(نواقضِ وضو بیان کرتے ہوئے امام کاسانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں): پہلی قسم "مباشرت فاحشہ" ہے جس کی صورت یہ ہے کہ مرد عورت کے ساتھ حالت شہوت اور حالت انتشار میں بغیر کسی حجاب کے ملاپ کرے اگرچہ اُسے آلے پر رطوبت محسوس نہ ہو، تو امام ابو حنیفہ اور امام یوسف علیہما الرحمۃ کے نزدیک یہ صورت استحسان کی روسے حدث (بے وضو ہونا) ہو گی، مگر قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ حدث نہ ہو، اور یہی امام محمد علیہ الرحمۃ کا قول ہے۔)

٦٧۔ نفس مصدر، كتاب الطهارة، فصل اركان الطهارة، ١:١٠٨۔

٦٨۔ الکاسانی، نفس مصدر، كتاب الطهارة، فصل بيان ما ينقض الوضو، ١:٣٠-٢٩۔

ظ. واللہ الموفق

جب شیخ علاؤالدین کاسانی علیہ الرحمۃ اپنی ذاتی رائے دیں یا کوئی غیر معمولی بات نقل کریں تو اُس وقت بطورِ احسانِ الٰہی واللہ الموفق لکھتے ہیں مثلاً:

"وأما الاستراحة بعد خمس تسليمات فهل يستحب؟ قال بعضهم: نعم، وقال بعضهم: لا يستحب وهو الصحيح؛ لأنه خلاف عمل السلف والله الموفق"[۶۹]

(اور بہر حال پانچ سلام (دس رکعات) کے بعد استراحت کرنا، آیا یہ مستحب ہے یا نہیں؟ بعض فقہاء کے ہاں یہ مستحب ہے اور بعض فرماتے ہیں کہ مستحب نہیں ہے اور یہی قول صحیح ہے، اِس لئے کہ ایسا کرنا ہمارے اسلاف کے عمل کے خلاف ہے، اور اللہ تعالیٰ ہی توفیق دینے والا ہے۔)

یہاں امام کاسانی رحمۃ اللہ علیہ نے دو اقوال میں سے ایک قول کو ترجیح دی یہ فقیہ کی غیر معمولی صلاحیت ہوتی ہے کیوں کہ آپ صرف فقہی احکام ومسائل کے ناقل نہیں ہیں بلکہ مجتہد فقیہ بھی ہیں اسی لیے آپ نے بطورِ احسانِ الٰہی واللہ الموفق کہا اصولِ فقہ میں اسے مجتہدین کی پانچویں قسم اصحابِ ترجیح کہتے ہے بلاشبہ اس قسم میں علامہ کاسانی رحمۃ اللہ علیہ بھی شامل ہیں جس پر مذکورہ بالا مثال دلالت کرتی ہے۔

خلاصہ بحث

بدائع الصنائع کو حنفی فقہی اصول وفروع، امام کاسانی کے ذاتی فقہی اصول وفروع، اجتہادی مسائل اور فقہی جزئیات کی علل کو سہل انداز میں بیان کرنے کے حوالے سے فقہاءِ احناف کے ہاں ایک منفرد مقام ومرتبہ حاصل ہے۔

اِس کتاب کا کماحقہ افہام وتفہیم اِس کے منہج واسلوب پر موقوف ہے کیوں کہ آپ نے اپنی کتاب میں کچھ اصطلاحات استعمال کی ہیں جیسے: مشائخ، الرواية، الاصل، النوادر، النوازل، فتاوٰی، المختصر، الآثار، بما تلونا، فما تلونا، كما ذكرنا ما قلناه، لما بينا، الاماَلی، والله اعلم، قيل، قال بعض الناس، قال بعضهم، عن وعند، يمكن ان يحمل، محمول على ويحمل، ولنا وعندنا اور والله الموفق وغیرہ۔

منہج واسلوب کی وجہ سے **بدائع الصنائع** کے مفتیٰ بہ قول اور غیر راجح قول کی تصریح بآسانی ہو جاتی ہے۔

اس کے اسلوب کو سمجھ کر پڑھنے سے عالمِ دین، مفتی اور فقیہ بن سکتا ہے۔

---

[۶۹] – نفس مصدر، كتاب الطهارة، فصل فی سنن صلاة التراويح، ۱:۲۹۔

بدائع الصنائع فقہِ حنفی کا اہم ثانوی مآخذ، مستند حنفی انسائیکلوپیڈیا اور فقہی علل و جزئیات کا عظیم ذخیرہ ہے۔

سفارشات

۱۔ پرائیویٹ اور سرکاری جامعات میں مکمل بدائع الصنائع یا اِس کا مخصوص حصہ شاملِ نصاب کیا جائے۔

۲۔ مفتیانِ کرام کو بالخصوص اس کتاب کا بالا ستعاب مطالعہ کرنا چاہیے۔

۳۔ بدائع الصنائع کی اگر اردو میں شرح کر دی جائے تو استفادہ مزید آسان ہو جائے گا۔

۴۔ بدائع الصنائع سے متعلق معاصرانہ جہات کو سامنے رکھتے ہوئے مزید تحقیقی مقالات لکھے جائیں۔

۵۔ بدائع الصنائع کی ترویج واشاعت میں حکومت کو بنیادی کردار ادا کرنا چاہیے۔

۶۔ تخصص فی الفقہ (مفتی کورس) میں مکمل بدائع الصنائع یا مخصوص حصہ کو بطور نصاب شامل کیا جائے۔

۷۔ عدلیہ بطور خاص شرعی عدالت سے منسلک فقہی رہ نمائی فراہم کرنے والے ماہرین اور ججز جدید فقہی جزئیات کو حل کرنے کے لیے بدائع الصنائع کا مطالعہ کر سکتے ہیں۔

Bibliography

1. Al-Qur'ān.
2. Abū Bakr Bin Mas'ūd, Al-Kāsānī Badā'ī' Al-Ṣānā'ī' fī Tartīb Al-Shara'ī' (Bayrūt: Dār Al-Kutub Al-'Ilmiyyah 1406 Ah.)
3. Alī Bin Abī Bakr Almarghinānī Al-Hidāyah (Bayrūt: DārIḥyā Al-Turāth Al-'Arabī.)
4. Mūṣtafā bin Abdūllah Ḥājī Khalīfah, Kashf Al-Ẓūnnūn, (Bayrūt: Dār Al-Kutub Al- 'Ilmiyyah 1941 Ad.)
5. Aḥmad bin Muhammad Al-Ṭaḥāwī, Ḥāshyāh'alāMūrāqī Al-Falāḥ (Egypt: Al-Maṭba'Al-Kūbrā Al-Amīriyyāh Bibolāq, 1318Ah.)
6. Muhammad bin Aḥmad Al-Sarakhsī (Bayrūt: Dār Al-Ma'rifāh, 1414Ah.)
7. Muhammad Amīn bin 'Umer Al-Shamī, Raddulmūkḥtār (Bayrūt: Dār Al-Fikr 1412Ah.)
8. Muhammad bin Aḥmad Al-Samarqandī, Tuḥfatul-Fuqahā (Bayrūt: Dār Al-Kutub Al-'Ilmiyyah 1414Ah.)
9. Muhammad bin Muhammad Al-Aṣfahānī Al-Bustān Al-Jām'i' (Bayrūt: Al-Maktabah Al-'Aṣriyyah Liltabā'tiwa Al-Nashr, 1423Ah.)
10. Yāqūt bin Abdūllah Al-Ḥamvi, Mu'jam Al-Buldān (Bayrūt: DārṢādir 1995 Ad).
11. 'Abdul Qadir bin Muhammad, Al-Qarshī, Al-Jawāhir Al-Muḍiyyah fi Ṭabqāt Al-Ḥanafiyyah, (Karārchī: Mīr MuhammadKutab Khanah N.D.)
12. Aḥmad bin Ibrāhīm Ibn Al-'Ajamī, Kanūz Al-Dhahab fi Tārīkh Ḥalab, (Ḥalab: Dar Al-Qalam.N.D.)
13. Abū Bakr Bin Mas'ūd, Al-Kāsānī,(Translater) Dr.Maḥmūd-al-Ḥasan Ārif, Badā'ī' Al-Ṣānā'ī' fī Tartīb Al-Shara'ī' Moqaddimah (Lahor: Diāl Singh Trust Library,2013Ad)
14. 'Umer Razā Kuhālah, M'ujam al Moallifīn (Bayrūt: DārIḥyā Al-Turāth Al-'Arabī. N.D)
15. Mūṣtafā bin Abdūllah Ḥājī Khalīfah, Kashf Al-Ẓūnnūn (Bayrūt: Dār Al-Kutub Al- 'Ilmiyyah 1941 Ad.)